AL DALILI
Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)
ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.aldalili.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

ناول گھروندا میں اسلامی اقدار کی بازگشت

RESEARCH AND CRITICAL ANALYSIS OF RELIGIOUS VALUES IN NOVEL "GHARONDA"

AUTHORS
1. Muhammad Kashif Zia, Ph.D Scholar, Department of Urdu, Hazara University, Mansehra, KPK, Pakistan.
2. Dr. Muhammad Rahman, Assistant Professor, Department of Urdu, Hazara University, Mansehra, KPK, Pakistan. Email: drmrehman75@gmail.com

How to Cite: Muhammad Kashif Zia, and Dr. Muhammad Rahman. 2022. "URDU: ناول گھروندا میں اسلامی اقدار کی بازگشت : Research and Critical Analysis of Religious Values in Noval 'Gharonda'". *Al-Dalili* 3 (2):105-112. https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/65.

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/65
Vol. 3, No.2 || January–June 2022 || URDU-Page. 105-112
Published online: 01-01-2022

QR. Code

ناول گھروندا میں اسلامی اقدار کی بازگشت

RESEARCH AND CRITICAL ANALYSIS OF RELIGIOUS VALUES IN NOVEL "GHARONDA"

[1]Muhammad Kashif Zia, [2]Muhammad Rahman

ABSTRACT:
Aleem-ul-Haq Haqqi was born on 21st May 1950 in a notable family of Karachi. His father migrated from Utter Pradesh, (India) to Karachi after Partition. He served in various government & non-government organizations but eventually in 1967 took to novels writing and produced many famous novels. Initially his novels were published in various Urdu journals and Digests and later appeared in book form. "Gharonda" is his famous religious novel which exposes the Christians missionary work and also the strong reaction to it by Muslim scholars and community. A Christion mercenary "Helen" and Muslim youth "Majid" get married after a love affair but their marriage fails. They both parted ways & marries elsewhere. Helan after research & study converts to Islam and brings environment whereas Majid's children become a part of materialistic & selfish community.

Keywords: Aleem-ul-Haq Haqi, Ghronda, Helan sy Mubhat, Molana Basheer, Zafar, Karnal Sahaib, Mazhab ki Dewar, Islam our Ayesaiat, Helan ka qubal e Islam, Bachoon ki tarbait, Majid ki preshani.

علیم الحق حقی ایک مشہور ناول نگار ہیں۔ وہ 21اپریل 1950ء کو کراچی میں پیدا ہوئے اور2014ء کو شہر قائد میں وفات پائی۔انھوں نے اپنی زندگی میں بہت سے طبع زاد ناول لکھے ہیں اور درجنوں مغربی ناولوں کے اردو میں تراجم کیے ہیں۔ان کے نام سے ہر خاص و عام اس لیے واقف ہے کہ پچھلی تین دہائیوں سے ان کے ناول ڈائجسٹوں میں قسط وار شائع ہو رہے ہیں۔

علیم الحق حق کا ناول "گھروندا" منفرد حیثیت رکھتا ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس میں مذہبی اقدار کو بھرپور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول 2003ء میں علی میاں پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس میں مذہبِ اسلام پر تحقیق کرنے والی لڑکی ہیلن کو دکھایا گیا ہے۔ناول میں اسلام کی حقانیت اور اس کے ثمرات کی عکاسی کی گئی ہے۔ دراصل یہ ماجد اور ہیلن کی کہانی ہے۔ماجد ایک عام سا مسلمان ہے جب کہ ہیلن عیسائی مبلغہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو جنوں کی حد تک چاہتے ہیں۔ اگرچہ بات شادی تک پہنچ جاتی ہے مگر دونوں کے درمیان مذاہب کی دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ماجد کو علمائے کرام اور اسلامی معاشرہ اس شادی کے مضر نتائج سے آگاہ کر دیتا ہے۔ ہیلن انتہائی سمجھ دار عورت ہے۔وہ تحقیق کے بعد اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ یہیں سے ماجد اکے ذہن میں شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں۔شادی طے ہونے کے بعد بھی بات پروان نہیں چڑھتی۔ بات طول پکڑ جاتی ہے۔ماجد کی شادی کسی اور لڑکی سے ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں ہیلن بھی شادی کر لیتی ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شادی کا علم نہیں ہوتا۔ماجد کو اس بات کا پتا بھی نہیں چلتا کہ ہیلن نے تحقیق کے بعد اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ بارات کے آنے کا انتظار بھی کرتی رہی ہے۔ مگر ماجد اُس کی طرف نہیں جاتا۔بارہ سال گزر جاتے ہیں۔ماجد کے بچے اسلامی احکامات سے دور جب کہ ہیلن جس کا اسلامی نام آمنہ ہے کے بچے نماز، قرآن، کلمے اور مسنون دعائیں بھی ازبر کر چکے ہوتے ہیں۔وہ اسلامی احکامات پر سختی سے کاربند

ہیں اور اعلیٰ اخلاق کے حامل ہیں۔ لیکن اب وقت گزر چکا ہوتا ہے کیوں کہ ماجد اپنے ہاتھوں سے اس محبت کو گہرے پانیوں میں دفن کر آیا ہے۔ اس محبت اور شادی میں ناکامی کی ایک وجہ تو عیسائی مبلغین بنتے ہیں اور دوسری وجہ علمائے کرام کی عدم تحقیق۔ بد قسمتی سے اُن دِنوں وہاں عیسائی مبلغین اُس علاقے میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے آتے ہیں۔ وہ وہاں مفت علاج کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف راغب کرتے ہیں۔ ناول سے اقتباس:

"مسئلہ کیا ہے؟ خیریت تو ہے؟ ماجد نے شمیم سے پوچھا۔

"مسئلہ بہت سنگین ہے۔" شمیم نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"تفصیل تو ظفر اور کرنل ارشاد ہی بتائیں گے۔ میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ مسئلہ پاکستان میں عیسائیوں کی بھرپور تبلیغ کا ہے۔ ان دنوں مشنری والوں کی اس علاقے پر خاص نظر ہے"۔[1]

جب ماجد کو اس میٹنگ کا پتا چلتا ہے تو اُسے یہ فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ مسلم معاشرہ اس معاملے میں انتہائی سنجیدہ ہے۔ یہ لوگ اس کے راستے میں ضرور رکاوٹیں کھڑی کریں گے۔ فتنۂ عیسائیت کو ختم کرنے کے لیے یہ سارے مل کر اقدامات کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے دفاع کے لیے ایک تنظیم بنا رہے ہیں اور عیسائی مشنریوں کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔

اس ناول میں مصنف بتاتا ہے کہ عیسائی مشنریوں کے اسلام پر حملے کی وجہ مسلمانوں کی اسلامی احکامات سے دوری ہے۔ وہ اسلامی اقدار کو بھول کر مغرب کی اندھادھند تقلید میں مصروف عمل ہیں۔ وہ وقت کی پابندی سے گریزپا ہیں۔ اس علاقے کے مسلمان میٹنگ بلاتے ہیں۔ میٹنگ آٹھ بجے بلائی جاتی ہے جب کہ لوگ نو بجے آتے ہیں۔ مسلمان معاشرے کے زوال کی ایک وجہ وقت کی پابندی نہ کرنا بھی ہے:

"اور مذہب ہمیں سب سے زیادہ وقت کی پابندی کی تلقین کرتا ہے۔ فجر کی نماز عشاء کے وقت نہیں پڑھی جا سکتی۔ پھر جو لوگ وقت کی پابندی کرتے ہیں اس طرح انھیں بے وقوف ہونے کا احساس ہوتا ہے اور وہ بھی اس رنگ میں رنگنے لگتے ہیں۔"[2]

مغرب زدہ اذہان، بچوں کو دینی افکار سے دور رکھتے ہیں۔ انہیں مسجد کی راہ نہیں دکھاتے۔ قرآن مجید کی تعلیم تو درکنار اس کی تکریم بھی نہیں بتائی جاتی۔ ایسے معاشرے کو زوال ضرور آتا ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ بیرونی مذہبی طاقتوں کی یلغار اُس وقت ہوتی ہے جب مسلمانوں کے ہاتھوں میں طاؤس ورباب آ جاتے ہیں۔ مسجدوں کے میناروں سے اُٹھنے والی اللہ اکبر کی صدا اُن کی رگوں میں جوش پیدا نہیں کرتی۔ بے ہنگم موسیقی کی دھنیں اُن کے اندر سے دینی غیرت و حمیت کو مار دیتی ہے۔ ایسا معاشرہ با آسانی عیسائیت، یہودیت اور مرزائیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر علمائے کرام کو ہی کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنی مستقل مزاجی اور فہم و فراست سے مشنریوں کے ہتھکنڈوں کو ناکام بناتے ہیں۔

ماجد مسلمان معاشرے کا ایک فرد ہے۔ اُس کی والدہ مسلمان ہونے کے ناطے اس رشتے کا انکار کرتی ہے۔ جب کہ والد صاحب نرم طبیعت رکھنے کی وجہ سے ماجد کو مبہم سا جواب دیتے ہیں تاکہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔

اس ناول میں مولانا بشیر صاحب کا کردار ایک لحاظ سے جاندار اس لیے ہے کہ اُن کی وجہ سے ماجد، ہیلن کو اسلام کی دعوت دیتا ہے اور ہیلن جو پہلے سے ہی اسلام کی طرف مائل ہوتی ہے سنجیدگی سے اسلام پر تحقیق شروع کر دیتی ہے۔

ناول میں یہ دکھانے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ اسلام کے دفاع کے لیے سنجیدہ کوشش ہو رہی ہوتی ہے تو چند مغرب زدہ عناصر، لوگوں کی توجہ اصل مسئلے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی نااہلی کا ثبوت دیتے ہوئے فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں۔ اس ناول میں کرنل صاحب کی فضول اور بے مقصد تقریر اس کی ذہن کی عکاسی کرتی ہے۔ کرنل صاحب مسلسل ایک گھنٹہ بول کر حاضرین کو بیزار کر دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ ایک ایک کر کے میٹنگ سے اٹھتے جاتے ہیں:

"کرنل صاحب اب اسلام کے مختلف فرقوں کے بارے میں بتا رہے تھے انھیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ زیرِ نظر مسئلے کے لحاظ سے وہ کتنی مخدوش گفتگو کر رہے ہیں۔ اس وقت تو ضرورت اس بات کی تھی کہ اسلام کی مرکزیت کو اجاگر کیا جائے"۔[3]

اس ناول میں علاقے کے لوگ تو سنجیدہ تھے ہی مگر ان کے ساتھ ساتھ ظفر اور مولانا بشیر کی اسلام کے دفاع کے لیے جدّوجہد غیر معمولی دکھائی گئی ہے۔ ہیلن کے بارے میں سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیسائی مبلغہ ہے۔ ماجد تذبذب کا شکار اس لیے ہو جاتا ہے کہ وہ ہیلن کو کھونا نہیں چاہتا۔ علمائے کرام، معاشرے اور امی کی طرف سے رکاوٹ اُسے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ سلسلے میں ہیلن سے بات کرے:

"ماجد کی دبی ہوئی جھنجھلاہٹ قوت بن کر زبان میں آگئی۔

"ہاں بہت سی باتیں ہیں۔ یہ اسلامی ملک ہے اور تم لوگ تبلیغ کے نام پر یہاں دندناتے پھر رہے ہو۔ تم خود ہمارے علاقے میں پہلی بار آئیں تو تبلیغ ہی کے سلسلے میں آئیں"۔[4]

ہیلن اُسے دلیلیں دیتی ہے۔ وہ اُسے ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کی تلقین کرتی ہے اور مشورہ دیتی ہے کہ علمائے کرام حکومت سے بات کریں تاکہ یہ فتنہ ختم ہو سکے۔ ماجد، ہیلن کی اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ اسی لیے وہ ہیلن کے نظریات کو گہرائی سے پرکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔

فتنۂ عیسائیت کے خلاف انجمن قائم ہو جاتی ہے اور ماجد کی پریشانی مزید بڑھ جاتی ہے۔ ہیلن سمجھدار لڑکی ہے۔ وہ واقعی اسلام کو سمجھنا چاہتی ہے۔ علمائے کرام کے خدشات اور ماجد کے شکوک و شبہات کے پیش نظر ہیلن دورِ حاضر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کا موازنہ کرتے ہوئے کہتی ہے: "دیکھو، اسلام نے حقوق و فرائض کے سلسلے میں جو حد بندی کی ہے وہ بہت اہم ہے۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں، اسلام عملی مذہب ہے اور عمل کی تلقین کرتا ہے، لیکن اس دور میں وعظ ہی وعظ رہ گیا ہے۔ تقریریں ہی تقریریں ہیں۔ ہر شخص ہر وقت دوسروں کو نصیحتیں تو کرتا ہے لیکن عمل کر کے نہیں دکھاتا۔ اپنے مذہب سے محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کو ہے لیکن عملی ثبوت کوئی فراہم نہیں کرتا۔ واعظ لوگوں کو نماز روزے کی تلقین تو کرتے ہیں لیکن انھیں حقوق العباد کی اہمیت کا احساس نہیں دلاتے۔ ہر لیڈر اسلام کو بطورِ نعرہ استعمال کرتا ہے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سوچ کر پریشان رہتے تھے کہ وسیع و عریض سلطنت میں کوئی کتا بھی بھوکا رہ گیا تو انھیں خدا کے سامنے جواب دینا ہو گا"۔[5]

ہیلن کی تحقیق صحیح سمت پر گامزن ہوتی ہے۔ وہ اسلام کے قریب آرہی ہوتی ہے اور ماجد اُس کے مثبت رویے تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا۔ وہ دورِ حاضر کے اسلامی معاشرے کی کوتاہیوں، اسلامی اقدار سے عدمِ دل چسپی اور عملی زندگی سے بے زاری کا پردہ چاک کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ ماجد اسلام کی اصل سے آگاہ ہو سکے۔ وہ عیسائیت کی کامیابی کی وجہ بتاتی ہے کہ کس طرح انھوں نے اسلام کی عملی زندگی کو اپنانے کی

کوشش کی ہے۔ وہ کہتی ہے:

"اب ذرا مسیحیت کے تبلیغی طریقِ کار کا جائزہ لو۔ اس کی بنیاد عمل پر ہے، خدمت ہے، جو اسلام کا زریں اصول ہے۔ عیسائی مشن والے تبلیغ اور خدمت کے ایسے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں کہ انھیں زندگی تک کی پرواہ نہیں ہوتی"۔ [6]

دراصل ہیلن ماجد کو یہ بتانے کی کوشش کرتی ہے کہ عیسائیت سچا مذہب ہرگز نہیں ہے مگر وہ اپنے مذہب کی تبلیغ اسلام کے چند اہم اصولوں کی روشنی میں کر رہے ہیں جن میں عمل اور خدمتِ خلق کو اولیت حاصل ہے۔ درحقیقت اس کا اسلام کی طرف قدم بڑھانا اور عیسائیت کو چھوڑنا ماجد کو بروقت نظر نہیں آتا۔ ہیلن اسلام کو پوری سچائی اور دیانت داری سے قبول کرنا چاہتی ہے۔ ماجد بار بار شادی کا اصرار کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔ ہیلن تھوڑا سا وقت مانگتی ہے لیکن ماجد جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے اسی لیے ہیلن اسے کھری کھری سناتی ہے:

"اور اگر میں صرف تمھیں پانے کے لیے بظاہر اسلام قبول کر لوں تو تمہارے خیال میں مسئلہ حل ہو جائے گا۔" ہیلن نے طنزیہ کہا۔

"تم یہ پہلو نظر انداز کر رہے ہو کہ درحقیقت ہر چیز کا انحصار ہماری نیتوں پر ہے اور نیتوں کو جانچنے کا کوئی پیمانہ آج تک ایجاد نہیں ہوا"۔ [7]

ہیلن صحیح سمت پر گامزن ہے۔ وہ سنجیدگی سے تحقیقی مراحل سے گزر رہی ہوتی ہے جب کہ دنیادار ماجد صرف اُسے حاصل کرنے کی دُھن میں لگا ہوتا ہے۔ شادی کی تاریخ بھی طے ہو جاتی ہے۔ ہیلن اسلام بھی قبول کر لیتی ہے جس کا ماجد کو علم نہیں ہوتا۔ اسی لیے اُس کا سامنا کرنے سے ڈرتا ہے۔ وہ مولانا بشیر کے خدشات کی وجہ سے ہیلن سے شادی کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ مولانا بشیر کے خیال میں وہ عیسائی لڑکی مذموم مقاصد کے تحت اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ اسی لیے ماجد ایک مسلمان لڑکی سے شادی کر لیتا ہے۔ ہیلن قبولِ اسلام کے بعد پہلے تو ماجد کا انتظار کرتی ہے جب اُسے ماجد کے نہ آنے کا یقین ہو جاتا ہے اور وہ مایوس ہو جاتی ہے تو ایک مسلمان سے شادی کر لیتی ہے۔ بارہ سال بعد جب دونوں کی سرِراہ ملاقات ہوتی ہے تو ماجد کو سخت حیرانی ہوتی ہے۔ وہ اپنے کیے پر پشیمان و نادم ہوتا ہے:

"کیا حال ہے ہیلن؟" ماجد نے سلام کا جواب دینے سے گریز کیا۔ جانتا تھا کہ غیر مسلموں کے سلام کا جواب نہیں دیا جاتا۔

"ہیلن نہیں، میرا نام آمنہ ہے۔" تہدیدی لہجے میں جواب ملا۔

"اور یہ میرا بیٹا ہے ماجد۔" اس بار لہجہ فخریہ تھا۔

ماجد سن ہو کر رہ گیا۔ بازار میں زیادہ ہجوم نہیں تھا۔ وہ لوگ سائیڈ میں کھڑے تھے۔ ہیلن کا ننھا بیٹا ماجد بڑی دل چسپی سے ماجد کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ماجد کے بیٹے ساجد کے انداز میں بے زاری تھی اسے اپنے جوتوں کی فکر تھی"۔ [8]

ہیلن اسلام قبول کرنے کے بعد مکمل اسلام میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی تربیت اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق کرتی ہے جب کہ ماجد اسلام کے زوال آمادہ معاشرے کا فرد ہے۔ مغرب کی اندھی تقلید میں تبدیل شدہ معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہیں کر پاتا۔ اُس کے بیٹے ساجد کو نئے جوتے خریدنے کی دُھن ہے۔ وہ اسلامی اقدار اور روایات سے بے بہرہ ہے جب کہ نومسلم آمنہ کا اپیٹا اسلامی اصولوں پر کاربند ہو رہا ہے۔ بارہ برس کے عرصے میں بہت بڑی تبدیلی آچکی ہوتی ہے۔ ہیلن کا آمنہ کے حقیقی روپ میں

سامنے آنا اسلام کے لیے تو خوش آئند ہوتا ہے لیکن ماجد کا حقائق سے بے خبری کی وجہ سے شدید صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ آمنہ کی زندگی سے کھیل چکا ہوتا ہے۔ وہ حقیقت تک پہنچنے سے پہلے ہی ہار مان لیتا ہے۔

جب ماجد ہیلن کو حاصل کرنے کے لیے مولانا بشیر سے بات کرتا ہے تو اُس وقت اُس کا جواز انتہائی کمزور ہوتا ہے۔ وہ مولانا صاحب سے ہیلن کے اسلام قبول کرنے کی بات بھی کرتا ہے جس کو مولانا صاحب قوی دلائل کے ساتھ رد کر دیتے ہیں:

"یہ بات نا قابلِ یقین ہے کہ جو لڑکی کل تک مسیحیت کی تبلیغ کرتی رہی ہے وہ آج مسلمان ہو جائے گی۔"

"اب میں آپ کو کیسے یقین دلاں۔ آپ کل خود اُس سے پوچھ لیجیے گا۔"

"میں سب جانتا ہوں۔" "آپ کو اندازہ نہیں آپ اپنی پوری نسل تباہ کر لیں گے۔ اسلام کو بھی نقصان پہنچے گا"۔[9]

ماجد دلیلیں دیتا ہے اور مولانا بشیر صاحب ہر دلیل کو رد کرتے جاتے ہیں۔ جذباتیت میں اُس کے منہ سے کوئی معقول بات نہیں نکلتی۔ جس کی وجہ سے مولانا اور بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عیسائیت نے ہمیشہ اپنی عورتوں کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس پر ماجد کہتا ہے:

"لیکن ہیلن اسلام سے متاثر ہے۔ وہ سچے دل سے اسلام قبول کر رہی ہے۔"

"یہی بات تو حلق سے نہیں اُتر رہی۔ میں نے سنا ہے اس سے پہلے وہ مسلمان ہونے پر تیار نہیں تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اہلِ کتاب سے نکاح جائز ہے۔"

"جی ہاں، اس وقت جو بات آپ کہہ رہے ہیں میں نے اُسی کے حوالے سے اُس سے پوچھا تھا۔"

"وہ مسلمان ہونے پر رضامند کیسے ہوئی؟"

"میری محبت کی وجہ سے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ وہ اسلام سے متاثر ہے اس لیے مسلمان ہو رہی ہے۔"

"جی ہاں، دونوں باتیں ہیں۔" وہ گڑبڑا گیا"۔[10]

یہاں مولانا صاحب کو پکا یقین ہو جاتا ہے کہ ماجد کا مؤقف درست نہیں ہے۔ درحقیقت ماجد اپنا مؤقف سمجھا نہیں پاتا۔ اسی لیے مولانا بشیر اور ظفر دونوں ہی اُسے اس اقدام سے منع کر دیتے ہیں اور اس شادی کو آنے والی نسلوں کے لیے مضر قرار دیتے ہیں۔ ماجد پر مولانا کی منطقی دلیل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ دوراہے پر کھڑا ہو کر سوچتا رہتا ہے لیکن کسی منطقی نتیجے پر نہیں پہنچتا۔ اسی لیے جذباتیت کی وجہ سے درست فیصلہ کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اُس کی قوتِ فیصلہ جواب دے جاتی ہے۔ اُسے احساس ہو جاتا ہے کہ اُس کی جذباتیت اُسے نقصان دے رہی ہے۔ ہیلن اُسے یہ بات بار بار سمجھاتی ہے لیکن وہ اُس کی بات کو سنجیدہ نہیں لیتا۔ اچانک اُسے اباجی کا خیال آتا ہے کہ اُن سے مشورہ کیا جائے:

"اُس رات اُس نے اباجی کو سب کچھ بتا دیا۔ اُن کا کہنا بھی یہی تھا کہ مولانا کی بات معقول ہے۔ ممکن ہے لڑکی سچی ہو لیکن یہ امکان بھی ہے کہ وہ منصوبہ بندی کے تحت کام کر رہی ہو۔ اس طرح وہ محلے والوں میں گھل مل کر اور لوگوں کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔ فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے بیٹے!" اباجی نے کہا تھا۔ "لیکن میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔ بہر حال تمہارا فیصلہ مجھے منظور ہو گا"۔[11]

ماجد اباجی کی طرف سے اجازت ملنے کے باوجود بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتا اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اُسے بار بار ہیلن کا خیال آتا ہے۔ لیکن اُس کے گھر جانے کی جرأت نہیں کرتا۔ وہ دوراہے پر کھڑا ہو کر صحیح راستے کا تعین نہیں کر پاتا۔ اسے اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ وہ اُس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ پھر بھی اُس کے قدم آگے نہیں بڑھ پاتے۔ وہ سونے کے بعد اُٹھتا ہے تب بھی ہیلن کی معصوم صورت اُس کے سامنے ہوتی ہے۔ دن گزرتے جاتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کا حوصلہ جواب دے دیتا ہے۔ جب اُسے ناکامی نظر آنے لگتی ہے تو اُس کی شادی دوسری جگہ ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد وہ اکثر ہیلن ہی کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ بہر حال شادی کے بندھن نے اُس کے پاؤں میں دائمی زنجیر ڈال دی ہوتی ہے۔ وہ اکثر اُس کے خیالوں میں کھویا رہتا ہے اور اکثر اُسے اپنے پاس ہی پاتا ہے۔ وہ اُسی ریسٹورنٹ میں جاتا ہے جہاں وہ ہیلن سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ جہاں وہ بیٹھ کر چائے پیتے تھے اور مستقبل کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔ وہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیلن کے خیالوں میں کھو جاتا ہے اسے اپنے روبرو پاتا ہے اور اُس سے محوِ گفتگو ہو جاتا ہے:

"چائے نہیں بناؤ گی؟" ماجد نے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں نہ اقرار ابھر سکا اور نہ انکار۔ وہ بے تاثر نظروں سے اُسے دیکھتی رہی۔

"مجھ سے بہت ناراض ہو؟"

نہ اُس کے ہونٹ ہلے، نہ آنکھیں بولیں، لیکن ماجد نے اُس کی آواز سنی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتی مجو! بس بات اتنی سی ہے کہ تمہاری ایک غلطی کی وجہ سے میں پتھر کی ہو گئی ہوں"۔[12]

وہ ریسٹورنٹ میں اکیلا بیٹھا خیالوں ہی خیالوں میں ہیلن سے باتیں کرتا ہے۔ اُس کے آنسو بہتے ہیں لیکن اُسے تنہائی کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔ جب اُس کی محویت ٹوٹتی ہے تو وہ اپنے آپ کو اکیلا پاتا ہے۔ ماضی کے جھروکوں میں جھانکنا اُس کے لیے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماضی کو بھول جانا چاہتا ہے لیکن گزشتہ واقعات قدم قدم پر اُس کا تعاقب کرتے ہیں۔

علیم الحق حقی کا ناول "گھروندا" مذہبی اعتبار سے خوب صورت ناول ہے۔ اس ناول میں وہ نہ صرف عیسائی مشنریوں کے طریقۂ تبلیغ کو بے نقاب کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ دورِ حاضر کے علمائے کرام کو چاہیے کہ ان نازک مسائل کا باریک بینی سے جائزہ لیں۔ یک طرفہ فیصلوں سے انفرادی اور اجتماعی نقصانات ہوتے ہیں۔ اسلام کی خدمت کے بجائے اس کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تحقیق میں آخری حد تک جائیں۔ ناول میں جن علماء کو پیش کیا گیا ہے وہ تحقیق کے لفظ سے بے بہرہ نظر آتے ہیں۔ وہ گزشتہ واقعات کی روشنی میں عجلت میں فیصلہ کرتے نظر آتے ہیں۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے اسے جس نے بھی سمجھنے کی کوشش کی وہ کامیاب ہوا۔ پھر اُس نے اسلام قبول کر کے اسلام کی بھرپور خدمت کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائیوں نے عیسائیت کی ترویج کے لیے خوب صورت عورتوں کو استعمال کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ بے شمار عیسائی عورتیں اسلام قبول کر کے اسلام کی داعی بنی ہیں۔ اُن سے دینِ اسلام کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔

ناول نگار نے اس ناول کا اختتام ساحلِ سمندر پر ماجد کو دکھایا ہے جو ریت کا گھروندا بنا کر توڑ دیتا ہے۔ وہ خیالوں میں ہیلن کو اپنے پاس پاتا ہے۔ سورج کے ڈوبنے کا منظر اور ہیلن کے گہرے پانیوں میں ڈوبتا ہوا دکھانا اس بات کی علامت ہے کہ در حقیقت ہیلن نہیں ڈوبتی بلکہ ماجد

جیسے نام نہاد مسلمان سے دور ہوتی ہے۔ وہ اپنے گھر میں رہ کر دینِ اسلام کی خدمت کرتی ہے۔ ماجد اُس کے اسلام لانے کا سبب تو بنتا ہے لیکن خود اُسی مغرب زدہ مسلم معاشرے کا ایک فرد رہ جاتا ہے جس کے بچے مادہ پرستی کی دوڑ میں آمنہ کے بچوں سے آگے نکل جاتے ہیں جب کہ آمنہ کے بچے دین اسلام کے سچے پیروکار بن جاتے ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] علیم الحق حقی، گھروندا، علی میاں پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، 2003ء، ص54

Aleem ul Haq Haqi, Gharonda, Ali Mian publications, urdu bazar Lahore, 2003, p 33

[2] Ibid, P- 54-55

[3] Ibid, P-59

[4] Ibid, P-61

[5] Ibid, P-64

[6] Ibid, P-65

[7] Ibid, P-67

[8] Ibid, P-85

[9] Ibid, P-88

[10] Ibid, P-88-89

[11] Ibid, P-90

[12] Ibid, P-93